باب9

شہری ذرائع معاش
(Urban Livelihoods)

4622CH09

1۔ اس تصویر میں آپ کیا دیکھتے ہیں؟
2۔ آپ پہلے ہی پڑھ چکے ہیں کہ دیہات میں لوگ کیا کام کرتے ہیں۔ اس تصویر میں دکھائی دے رہے لوگوں کے کاموں کا موازنہ دیہی علاقوں میں کیے جانے والے کاموں سے کیجیے۔
3۔ شہر کے کچھ حصے دوسرے حصوں سے مختلف ہیں۔ اس تصویر میں آپ کون سے اختلافات یا فرق پاتے ہیں؟

ہندوستان میں پانچ ہزار سے زیادہ چھوٹے شہر اور ستائیس بڑے بڑے شہر ہیں۔ بڑے شہروں جیسے چینئی، ممبئی، دھلی کولکتہ وغیرہ میں دس دس لاکھ سے زیادہ لوگ رہتے اور کام کرتے ہیں۔ کہاوت ہے کہ شہر کبھی سوتا نہیں ہے، آئیے ان میں سے ایک کی سیر کریں اور معلوم کریں اس شہر میں لوگ کیا کام کرتے ہیں۔ کیا وہ کسی کے یہاں ملازم ہیں یا اپنی نوکری کرتے ہیں؟ وہ خود کو کس طرح منظم کرتے ہیں؟ اور کیا ان سب کو ملازمت اور پیسہ کمانے کے برابر کے مواقع حاصل ہیں؟

سڑک پر کام کرنا (Working on the Street)

اس شہر میں میری ایک رشتے کی بہن رہتی ہے۔ میں یہاں بس چند بار ہی آیا ہوں۔ یہ بہت بڑا شہر ہے۔ ایک بار جب میں یہاں آیا تھا تو میری رشتے کی بہن مجھے شہر کی سیر کرانے لے گئی تھی۔ ہم صبح سویرے ہی گھر سے نکل پڑے۔ جوں ہی ہم گلی کے نکڑ سے بڑی سڑک پر آئے تو ہم نے دیکھا کہ چہل پہل

اور ہما ہمی شروع ہو چکی تھی۔ سبزی والی ٹماٹر، گاجریں اور کھیرے اپنی چھوٹی سی دکان میں ٹوکری کے اندر سجا کر رکھ رہی تھی تا کہ لوگ دیکھ سکیں کہ اس کے پاس بیچنے کے لیے کیا چیزیں ہیں۔ اس سے اگلی دکان ایک پیاری اور رنگا رنگ دکان تھی جس میں تمام قسم کے پھول فروخت کے لیے رکھے ہوئے تھے۔

ہم نے ایک لال اور ایک پیلا گلاب کا پھول خریدا۔ سامنے کی پٹری پر ہم نے دیکھا کہ ایک شخص اخبار بیچ رہا ہے اور لوگوں کی ایک چھوٹی سی بھیڑ اس کے اردگرد کھڑی ہے۔ ہر شخص خبریں پڑھنا چاہتا تھا! بسیں زناٹے بھرتی گزر رہی تھیں اور اسکول کے بچوں سے بھری آٹو رکشائیں جارہی تھیں۔ پاس ہی درخت کے نیچے ایک موچی بیٹھا چھوٹے سے ٹین کے بکس سے اپنے اوزار اور دوسرا سامان نکال رہا تھا۔ اس کے برابر میں سڑک کے کنارے ہی نائی

سائیکل رکشا چلانے والا بچو مانجھی

میں بہار کے ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں جہاں میں پہلے ایک معمار کا کام کرتا تھا۔ میری بیوی اور تین بچے گاؤں میں رہتے ہیں۔ ہمارے پاس اپنی کوئی زمین نہیں ہے۔ گاؤں میں گھر بنانے کا کام باقاعدگی سے اور ہمیشہ نہیں ملتا تھا۔ جو کچھ میں کماتا تھا وہ ہمارے خاندان کے لیے ناکافی تھا۔

اس شہر میں پہنچنے کے بعد میں نے ایک پرانی سائیکل رکشا خریدی اور پیسے کی ادائیگی قسطوں میں کی۔ یہ کئی برس پرانی بات ہے۔ میں ہر روز صبح بس اڈے آتا ہوں اور جو جہاں جانا چاہے اسے انھیں لے جاتا ہوں۔ میں رات ساڑھے آٹھ بجے تک کام کرتا ہوں۔ اور آس پاس کے علاقے میں چھ کلو میٹر تک کی سواریاں لے جاتا ہوں۔ فاصلے کے حساب سے ہر سواری سے مجھے ایک پھیرے کے پانچ سے دس روپے مل جاتے ہیں۔ جب بیمار ہوتا ہوں تو یہ کام نہیں کر پاتا، لہٰذا ایسے دنوں میں میری کوئی آمدنی نہیں ہوتی۔

میں اپنے دوستوں کے ساتھ کرائے کے ایک کمرے میں رہتا ہوں۔ یہ لوگ نزدیک کے ایک کارخانے میں کام کرتے ہیں۔ میں روزانہ 80 سے 100 روپے تک کما لیتا ہوں جس میں سے پچاس سے ساٹھ روپے تک کھانے اور کمرے کے کرائے میں خرچ ہو جاتے ہیں۔ باقی اپنے بال بچوں کے لیے بچا کر رکھ لیتا ہوں۔ بیوی بچوں سے ملنے سال میں دو تین بار گاؤں ہو آتا ہوں حالانکہ میرے کنبے کی گزر بسر میرے بھیجے ہوئے پیسے سے ہوتی ہے، تاہم میری بیوی بھی کبھی کبھار کھیتی باڑی سے کچھ کما لیتی ہے۔

ایسے مزدور کو جو شہر میں اپنی روزی کماتے ہیں اکثر اپنے گھر بھی سڑکوں پر ہی قائم کرنے کے لیے مجبور ہو جاتے ہیں۔ تصویر میں نیچے جو جگہ دکھائی گئی ہے وہاں کئی مزدوروں کے وقت اپنا سامان چھوڑ دیتے ہیں اور رات کو وہیں کھانا بناتے ہیں۔

اپنا کام شروع کر چکا تھا۔ اس کے پاس ایک گاہک آ چکا تھا جو صبح سویرے شیو کرانا چاہتا تھا۔

سڑک پر نیچے کی طرف کچھ فاصلے پر ایک عورت پلاسٹک کی بوتلوں، ڈبوں، بال پن اور کلپ وغیرہ سے لدے ایک ٹھیلے کو دھکا دیتی ہوئی لے جا رہی تھی اور دوسری طرف ایک اور آدمی سائیکل ٹھیلے پر گھر گھر سبزی بیچنے جا رہا تھا۔

اب ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں گاہکوں کے انتظار میں رکشاؤں کی ایک قطار تھی۔ ہم نے ان میں سے ایک کو بازار جانے کے لیے لے جانے کا فیصلہ کیا۔ بازار وہاں سے کوئی دو کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔

1۔ بچو مانجھی شہر کیوں آیا؟

2۔ بچو مانجھی اپنے کنبے کے ساتھ کیوں نہیں رہ سکتا؟

3۔ کسی سبزی فروش یا خوانچہ والے سے بات کیجیے اور معلوم کیجیے کہ وہ کس طرح اپنے کام کو منظّم کرتے ہیں، ان کا تیاری کرنے کا اور سامان خریدنے اور بیچنے کا کیا ڈھنگ ہے۔

4۔ بچو مانجھی کو ایک دن کی چھٹی لینے کے لیے دو بار سوچنا پڑتا ہے۔ ایسا کیوں؟

بچو مانجھی کی طرح شہر میں بڑی تعداد میں لوگ سڑکوں پر کام کرتے ہیں۔ احمد آباد شہر کے ایک سروے سے پتہ چلا شہر کے کل مزدوروں کی بارہ فیصد تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو سڑکوں پر کام کرتے تھے۔ یہ لوگ کبھی چیزیں بیچتے ہیں۔ ان کی مرمت کرتے ہیں یا کوئی خدمت مہیا کرتے ہیں۔ یہ خود اپنے بھروسے کام کرتے ہیں، ان کی کوئی ملازمت نہیں ہے۔ اور اسی لیے انھیں اپنے کام کو خود ہی ترتیب دینا ہوتا ہے۔ انھیں پلان کرنا ہوتا ہے کہ کتنا سامان خریدیں اور یہ کہ

اپنی دکانیں کہاں اور کس طرح لگائیں۔ عام طور پر ان کی دکانیں عارضی ڈھانچے ہوتے ہیں، کبھی کبھی تو بس کچھ گتے یا کاغذ بے کار ڈبوں پر سامان رکھ کر کام چلاتے ہیں یا کبھی کبھار کچھ ڈنڈوں پر ترپال کی چادر لگا کر دکان بنا لیتے ہیں۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی ٹھیلہ گاڑیاں استعمال کر لیں یا محض پلاسٹک کا ٹکڑا فٹ پاتھ پر پھیلا کر کام چلالیں۔ کسی وقت بھی پولیس انھیں اپنی دکانیں سمیٹنے کے لیے کہہ سکتی ہے۔

ان کو کوئی تحفظ حاصل نہیں ہے۔ شہر کے کچھ حصے ایسے ہیں جہاں ان کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ پھیری لگانے والے ایسی چیزیں بیچتے ہیں جو اکثر ان کے گھر کے لوگ ہی تیار کرتے ہیں۔ کنبے کے یہ لوگ چیزیں خرید کر لاتے ہیں، ان کو صاف کرتے ہیں اور چھانٹتے ہیں اور فروخت کے لیے تیار کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ لوگ جو کھانے پینے کی اشیاء فروخت کرتے ہیں ان کا زیادہ تر سامان گھر میں تیار کیا ہوا ہوتا ہے۔

ملک میں تقریباً ایک کروڑ لوگ سڑکوں پر پٹری یا پھیری لگانے والے لوگ ہیں جو شہری علاقوں میں کام کرتے ہیں۔ سڑکوں پر سامان فروخت کرنے کو ابھی حال ہی تک گاڑیوں اور پیدل چلنے والوں کے لیے ایک رکاوٹ کی طرح دیکھا جاتا تھا۔ تاہم بہت سی تنظیموں کی کوششوں کے نتیجے میں اب تہہ بازاری اور پھیری کرنے کو اب ایک عام مفاد کے کام اور روزی کمانے کے حق کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ حکومت اس قانون میں تبدیلی کرنے پر غور کر رہی ہے جس کے تحت پٹری اور پھیری کے ذریعے سامان فروخت کرنا ممنوع تھا۔

تبدیلی کی بات اس لیے سوچی جا رہی ہے تاکہ ان لوگوں کو کام کرنے کے لیے جگہ مل جائے اور سڑکوں پر لوگوں اور گاڑیوں کی آمد ورفت بلا رکاوٹ ہو سکے پٹری لگانے والوں کے لیے چھوٹے اور بڑے شہروں میں مخصوص مقامات کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ پٹری لگانے والوں کو گھوم پھر کر سامان بیچنے کی آزادی حاصل ہو۔ ان کمیٹیوں میں جو ان لوگوں کے بارے اس طرح کے یا دوسرے فیصلے کرنے کے لیے قائم کی گئی ہیں، ان لوگوں کی شمولیت ہونی چاہیے۔

بازار میں (In the Market)

ہم جب بازار پہنچے اس وقت دکانیں کھلنی شروع ہی ہوئی تھیں۔ لیکن یہاں تہوار کے موسم کی وجہ سے ابھی سے کافی بھیڑ تھی۔ دکانوں کی قطار در قطار تھی جہاں مٹھائیاں کھلونے کپڑے، جوتے، برتن اور الیکٹرانک سامان وغیرہ بیچے جا رہے تھے۔ ایک کنارے پر دانتوں کے ڈاکٹر کا ایک شفا خانہ تھا۔ میری بہن نے ڈاکٹر سے ملنے کا وقت لے رکھا تھا۔ پہلے ہم وہیں گئے تاکہ ہماری باری نکل نہ جائے۔ وہاں پہنچ کر ہمیں تھوڑی دیر ایک کمرے میں انتظار کرنا پڑا اور پھر اسے بلا لیا گیا۔ ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا اور اسے ایک روز بعد دانت میں خلا بھروانے کے لیے واپس آنے کے لیے کہا۔ میری بہن ڈر گئی کیوں کہ اس نے سوچا کہ یہ پورا عمل تکلیف دہ ہوگا۔ اسے یہ بھی برا لگ رہا تھا کہ اس نے اپنے دانت کو کیوں خراب ہونے دیا۔

دانتوں کے کلینک سے وہ مجھے کپڑوں کے ایک شوروم میں لے گئی کیوں کہ میں کچھ سلے سلائے تیار کپڑے خریدنا چاہتا تھا۔ شوروم میں تین منزلیں تھیں۔ ہر منزل پر مختلف قسم کے لباس تھے۔ ہم تیسری منزل پر گئے جہاں لڑکیوں کے کپڑے رکھے گئے تھے۔

ہر پریت اور وندنا کاروباری لوگ (Harpreet and Vandana: Businesspersons)

میرے والد اور چچا ایک چھوٹی سی دکان میں کام کرتے تھے۔ تہواروں کے موسم میں اور ہر اتوار کو میری والدہ اور میں دکان میں ان دونوں کی مدد کرتے تھے۔ میں نے وہاں اپنی کالج کی تعلیم ختم کرنے کے بعد کام کرنا شروع کیا (ہرپریت)۔

یہ شوروم ہم نے چند برس پہلے کھولا تھا۔ میں لباس کے ڈیزائن تیار کرتی ہوں۔ ہمارا کاروبار بدل گیا ہے۔ آج کل لوگ کپڑے سلوانے کی بجائے سلے سلائے تیار لباس خریدنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ان دنوں تیار کپڑوں کا ہی چلن ہے۔ ان کپڑوں کی جاذب نظر نمائش ضروری ہوتی ہے (وندنا)۔

اپنے شوروم کے لیے ہم مختلف جگہوں سے چیزیں خریدتے ہیں۔ زیادہ تر ہم اپنا سامان ممبئی، احمد آباد، لدھیانہ اور تری پورہ سے خریدتے ہیں۔ کچھ چیزیں دہلی کے نزدیک نوائیڈا اور گڑگاؤں کے شہروں سے بھی آتے ہیں۔ لباس کے لیے کچھ سامان ہم بیرونی ملکوں سے بھی منگاتے ہیں۔

اس شوروم کو اچھی طرح چلانے کے لیے ہمیں کئی چیزیں کرنی ہوتی ہیں۔ ہم مختلف اخباروں اور سنیما گھروں میں اور ٹیلی ویژن اور ریڈیو چینلوں پر اشتہار دیتے ہیں۔ ابھی یہ عمارت کرائے پر ہے لیکن جلدی ہم اسے خریدنے کی سوچ رہے ہیں۔ اردگرد کی عمارتوں کے فلیٹوں میں رہنے والے لوگوں کے لیے جب سے یہ مارکیٹ یہاں کی سب سے بڑی مارکیٹ بن گئی ہے، ہمارا کاروبار بڑھ گیا ہے۔ ہم ایک کار خرید سکتے ہیں اور نزدیک کی ایک عمارت میں ہم نے فلیٹ بک کرالیا ہے۔

ہر پریت اور وندنا نے شوروم کیوں شروع کیا؟ انھیں اس کو چلانے کے لیے کیا کیا کرنا پڑتا ہے؟ کسی بازار میں دکان مالک سے بات کیجیے اور پتہ جلائیے کہ وہ اپنے کام کی منصوبہ بندی کیسے کرتا ہے۔ کیا اس کے کار بار میں گزشتہ بیس برس کے دوران کچھ تبدیلیاں آئی ہیں؟ سڑک پر سامان بیچنے والوں اور بازار میں فروخت کرنے والے لوگوں میں کیا فرق ہے؟

ہر پریت اور وندنا کی طرح بہت سے لوگ ہیں جن کی شہر کے مختلف بازاروں میں اپنی ذاتی دکانیں ہیں۔ یہ

دکانیں چھوٹی اور بڑی دونوں قسم کی ہیں اور ان میں الگ الگ قسم کی چیزیں فروخت کی جاتی ہیں۔ زیادہ تر کاروباری لوگ خود ہی اپنی دکانوں یا کاروبار کی دیکھ بھال اور انتظام کا کام کرتے ہیں۔ وہ کسی کی ملازمت نہیں کرتے۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ وہ کئی دوسرے لوگوں کی نگرانی یا مددگار کی حیثیت سے ملازم رکھتے ہیں۔ یہ دکانیں مستقل ہیں اور انہیں مونسپل کارپوریشن کاروبار کرنے کا لائسنس دے رکھا ہے۔ میونسپل کارپوریشن یہ فیصلہ بھی کرتی ہے کہ ہفتے کے کس دن مارکیٹ بند رہے گی۔ مثال کے طور پر مذکورہ بالا بازار کی دکانیں ہر بدھ کے روز بند رہتی ہیں۔اس مارکیٹ میں کچھ چھوٹے چھوٹے دفاتر ہیں اور ایسی دکانیں بھی جو خدمات مہیا کرتی ہیں، مثلاً بینک، کوریر سروس (ایک جگہ سے دوسری جگہ ڈاک اور اشیاء وغیرہ جلد سے جلد ہرکاروں کے ذریعہ لانا اور لے جانا) وغیرہ۔

فیکٹری-ورکشاپ علاقے میں

(In the Factory- Workshop Area)

میں اپنے ایک ایسے لباس پر زری کا کام کرانا چاہتی تھی، جس کی مجھے ایک خاص موقعہ کے لیے ضرورت تھی۔ میری رشتے کی بہن بولی کہ وہ نرملا کو جانتی ہے جو کپڑوں کی ایک فیکٹری میں کام کرتی ہے۔ نرملا کے پڑوسی زری کا کام اور کشیدہ کاری کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم نے ایک بس پکڑی اور فیکٹری کے علاقے کی طرف چل پڑے۔ بس میں واقعی بڑی بھیڑ تھی۔ ہر اسٹاپ پر لوگ چڑھتے ہی گیے اور لگتا تھا کہ کوئی اترنے والا نہیں ہے۔لوگ اپنے لیے جگہ بنانے کے چکر میں دوسروں کو دھکے دے رہے تھے۔ میری بہن مجھے ایک کونے میں لے گئی کہ ہم کہیں پھنس ہی نہ جائیں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ لوگ روزانہ اس طرح کیسے سفر کرتے ہوں گے، جوں ہی بس فیکٹری کے علاقے میں پہنچی لوگ اترنے شروع ہوئے۔ ہم بھی جلد ہی ایک چوراہے پر اتر گئے۔ کتنا سکون ملا ہمیں!

بہت سارے لوگ یا تو جنگلوں پر بیٹھے تھے یا چوراہے پر گروہوں میں۔ ایسا لگا کہ وہ کسی کے منتظر تھے۔ کچھ گروہوں کے پاس اسکوٹروں پر بیٹھے لوگ ان سے بات کر رہے تھے۔ میری بہن نے بتایا کہ اس جگہ کا نام مزدور چوک ہے۔ یہ روز کی اجرت پر کام کرنے والے مزدور تھے جو راج یعنی معمار، مستریوں کے مددگار تھے۔ تعمیر کی جگہوں پر یہ لوگ کھدائی کا کام کرتے ہیں، بوجھا اٹھاتے اور بازار میں ٹرکوں سے مال اتارتے ہیں، پانی کے پائپوں اور ٹیلی فون کے تاروں کو زمین کھود کر نکالتے اور واپس ڈالتے ہیں اور سڑکیں بھی بناتے ہیں۔ شہر میں ایسے ہزاروں مزدور ہیں جن کو کبھی کبھی کام مل جاتا ہے۔

ہم فیکٹری علاقے میں داخل ہوئے تو پایا کہ یہ چھوٹے چھوٹے ورکشاپوں سے بھرا پڑا ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ ان کی کبھی ختم نہ ہونے والی قطاریں ہی قطاریں ہیں۔ ایک حصے میں ہم نے ایک چھوٹے سے کمرے میں سلائی کی مشینوں پر کام کرتے ہوئے دیکھا جہاں کپڑا سیا جا رہا تھا۔ ایک شخص ایک ہی مشین چلا رہا تھا جو کپڑے تیار ہو چکے تھے ان کو کمرے کے ایک کونے میں اوپر نیچے رکھ دیا گیا تھا۔

کام کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ اتوار کو بھی کام کرتی ہے۔ نرملا کو آٹھ گھنٹہ کام کرنے کے 80 روپے روز ملتے ہیں اور دیر تک کام کرنے کے چالیس روپے مزید۔ جون کا مہینہ آتے آتے کام ختم ہو جاتا ہے اور فیکٹری اپنے عملے میں کمی کر دیتی ہے۔ نرملا سے بھی کام چھوڑنے کو کہا جائے گا۔ سال میں تقریباً تین یا چار مہینے وہ بے کار رہتی ہے۔

نرملا کی طرح کے زیادہ تر مزدوروں کو وقتی طور پر ملازمت دی جاتی ہے یعنی جب مالک یا آجر کو ضرورت پڑے تو انھیں آنا ہوتا ہے۔ انھیں نوکری پر تب ہی رکھا جاتا ہے جب فیکٹری کے مالک کو بڑے بڑے آرڈر ملتے ہیں یا پھر کچھ خاص مہینوں میں۔ سال کے اور دنوں میں انھیں کوئی دوسرا کام تلاش کرنا پڑتا ہے۔ نرملا کی نوکری جیسے کام مستقل نہیں ہوتے۔ اگر مزدوروں کو تنخواہ یا کام کی

مزدور چوک پر روز اجرت پانے والے مزدور اپنے اوزاروں کے ساتھ انتظار میں کہ لوگ آئیں اور انھیں کام کے لیے لے جائیں۔

ہم نے نرملا کو سلائی کے یونٹ میں دیکھ لیا۔ وہ میری بہن سے مل کر خوش ہوئی اور وعدہ کیا کہ میرے لباس پر زر دوزی کر دے گی۔ نرملا برآمدات کی اکائی میں بطور درزی کام کرتی ہے جس فیکٹری میں وہ کام کرتی ہے وہاں گرمیوں کے موسم کے لیے کپڑے تیار کیے جاتے ہیں اور یہ کپڑے بیرونی ملکوں جیسے ریاست ہائے متحدہ، امریکہ، انگلستان، جرمنی اور نیدرلینڈ کے لوگوں کے لیے تیار کیے جاتے ہیں اور ان ملکوں کو برآمد کیے جاتے ہیں۔ نرملا جیسے مزدوروں کو دسمبر سے اپریل تک کئی کئی گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔ عموماً کام کا دن صبح نو بجے شروع ہوتا ہے اور دس بجے رات کو ختم ہوتا ہے۔ کبھی کبھی تو دس بجے بھی کام ہوتا ہے۔ اسے ہفتے میں چھ دن کام کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات جب کوئی فوری یعنی ارجنٹ

شرائط پر کوئی اعتراض یا شکایت ہوتی ہے تو انھیں نوکری چھوڑنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ برے سلوک کی صورت میں نہ ان کی ملازمت محفوظ ہے اور نہ ہی انھیں ملازمت کا تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ ان سے بہت زیادہ وقت کام لیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر مذکورہ بالا کپڑوں کی اکائی میں مزدور دن اور رات کی شفٹوں میں کام کرتے ہیں اور ہر شفٹ 12 گھنٹے کی ہوتی ہے۔ ایک مزدور ایک مشین پر 12 گھنٹے کام کرتا ہے اور اگلے بارہ گھنٹوں کے لیے اس کی جگہ دوسرا مزدور آ جاتا ہے۔

بڑے شہروں کے اندر کال سینٹروں میں کام کرنا روز گار کی ایک نئی شکل ہے۔ کال سینٹر ایک مرکزی دفتر ہوتا ہے جو صارفین یا گاھکوں کو درپیش ان مشکلات اور سوالات سے متعلق کام کرتا ہے جو انہیں خریدے ہوئے سامان، اور بینک اور ٹکٹ کی بکنگ وغیرہ کے سلسلے میں ہوتی ہیں۔ عام طور پر کال سینٹر بڑے کمروں میں قائم کیے جاتے ہیں جہاں کام کے اسٹیشن میں ایک کمپیوٹر، ایک ٹیلی فون اور نگراں یعنی سپروائزر کا کمرہ ہوتا ہے۔ ہندوستان نہ صرف ہندوستانی کمپنیوں بلکہ غیر ملکی کمپنیوں کا بھی ایک بڑا اور اہم مرکز بن گیا ہے۔ یہ یہاں اپنے کال سینٹر قائم کرتی ہیں کیوں کہ انھیں انگریزی بولنے والے کم اجرتوں پر مل جاتے ہیں۔

1۔ آپ کے خیال میں چھوٹے ورکشاپوں اور فیکٹریوں میں وقتی مزدور کیوں رکھے جاتے ہیں؟

2۔ مندرجہ ذیل باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے نرملا جیسے لوگوں کے کام کے حالات بیان کیجیے: کام کرنے کے اوقات، کام کی جگہ کی حالت، تنخواہیں یا اجرت اور کام کرنے کے لیے دستیاب دن۔

3۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ گھریلو ملازم اور ملازمہ وقتی ملازم ہوتے ہیں؟ ایسی کسی ایک عورت کے ایک کام کے دن کو بیان کیجیے جس میں یہ بتایا جائے کہ وہ دوسرے لوگوں کے گھروں میں کیا کام کرتی ہے۔

دفتری علاقے میں
(In the Office Area)

میری چچی سدھا مارکیٹنگ مینجر کے طور پر کام کرتی ہیں۔ انھوں نے ہم سے شام کے ساڑھے پانچ بجے سے پہلے پہنچ جانے کو کہا تھا۔ ہم نے سوچا کہ ہمیں کہیں دیر نہ ہو جائے اس

لیے ہم نے ایک آٹو رکشا لی جس نے ہمیں بالکل صحیح وقت پر پہنچا دیا۔ ان کا دفتر ایسے علاقے میں تھا جو چاروں طرف اونچی اونچی عمارتوں سے گھرا ہوا تھا۔ سینکڑوں لوگ باہر آرہے تھے۔ کچھ کاریں کھڑی کرنے کی جگہ کی طرف جارہے تھے اور دوسرے لوگ بسوں کی قطاروں کی جانب بڑھ رہے تھے۔

میری چچی بسکٹ بنانے کی ایک کمپنی میں مارکیٹنگ منیجر ہیں۔بسکٹ فیکٹری شہر کے باہر واقع ہے۔ ان کے ذمے پچاس فروخت کاروں کی نگرانی کا کام تھا۔ یہ فروخت کار شہر کے مختلف حصوں میں جاتے ہیں۔ وہ دکانداروں سے آرڈر لیتے ہیں اور ان سے پیسے وصول کرنے کا کام بھی کرتے ہیں۔ چچی نے شہر کو چھ حصوں یا زونوں میں بانٹ دیا ہے اور ہفتے میں ایک بار ہر علاقے کے سیلزمینوں سے ملتی ہیں۔ وہ ان کی پیش رفت کی رپورٹوں کو دیکھتی ہیں اور ان کو درپیش مسائل پر گفتگو کرتی ہیں۔ انھیں پورے شہر میں فروخت کا منصوبہ تیار کرنا ہے اور اس لیے اکثر دیر تک کام کرنا پڑتا ہے اور مختلف مقامات کا سفر کرنا پڑتا ہے۔

انھیں ہر ماہ باقاعدگی سے تنخواہ ملتی ہے اور وہ کمپنی کی مستقل ملازم ہیں۔ وہ اپنی ملازمت کے لمبے عرصے تک جاری رہنے کی توقع کرسکتی ہیں۔ مستقل ملازمت کی وجہ سے انھیں دیگر فائدے اور سہولتیں بھی ملتی ہیں، مثلاً بڑھاپے کے لیے بچت: ان کی تنخواہ کا کچھ حصہ حکومت کے پاس ایک فنڈ میں رکھا جاتا ہے۔ اس بچت پر انھیں سود ملے گا۔ ریٹائر ہونے پر انھیں یہ سب رقم مل جائے گی اور پھر اس سے زندگی بسر کرسکیں گی۔

چھٹیاں: ہر اتوار کو اور قومی تعطیلات کے دنوں میں ان کی چھٹی ہوتی ہے۔ انھیں کچھ روز کی سالانہ رخصت بھی ملتی ہے۔

گھر کے لوگوں کے لیے طبی سہولیات: ایک خاص رقم تک کمپنی ان کو اور ان کے اہل خاندان کو طبی اخراجات بھی ادا کرتی ہے۔ بیماری کی صورت میں انھیں طبی رخصت دی جاتی ہے اور اس رخصت کے دوران ان کی تنخواہ نہیں کاٹی جاتی۔

شہر میں بہت سے لوگ دفتروں، کارخانوں اور سرکاری محکموں میں کام کرتے ہیں جہاں ان کی ملازمتیں باضابطہ اور مستقل ہیں۔ وہ ایک ہی دفتر یا کارخانے میں باقاعدہ جاتے ہیں۔ ان کے کام کو واضح طور پر متعین کیا جاتا ہے اور انھیں باقاعدگی کے ساتھ تنخواہ ملتی ہے۔ وقتی ملازموں کی طرح ان سے فیکٹری میں زیادہ کام نہ ہونے کی صورت میں نوکری چھوڑنے کے لیے نہیں کہا جاتا ہے۔

آخر میں ہم تھکے ہارے چچی کی کار میں بیٹھے۔ لیکن مزہ بہت آیا! اور میں سوچنے لگا کہ کتنی دلچسپ بات ہے کہ اتنے بہت سے لوگ شہر کے اندر اتنے سارے کاموں میں لگے ہوتے ہیں۔ شاید وہ کبھی ایک دوسرے سے نہ ملے ہوں لیکن ان کا کام انھیں ایک ساتھ جوڑتا ہے اور شہر کی زندگی بنانے میں ان کی مدد کرتا ہے۔

سوالات

1۔ مندرجه ذیل بیان کو پڑھیے اور اس پر گفتگو کیجیے۔ یہ بیان ان مزدوروں کے بودو باش کی حالت کے بارے میں ھے جو مزدور چوك پر آتے ھیں:

جن مزدوروں کو ھم مزدور چوك پر دیکھتے ھیں ان میں سے زیادہ تر مستقل رھائشی جگه لینے کی سکت نھیں رکھتے اور اس لیے وہ یا تو چوك کے پاس پٹریوں پر سوتے ھیں یا نزدیك کے رین بسیرا میں چھ روپے فی بستر ادا کرکے رات گزارتے ھیں۔ یہ پناہ گاہ یا رین بسیرا میونسپل کارپوریشن چلاتی ھے۔ حفاظت کی سھولت کی کمی کو پورا کرنے کے لیے مقامی چائے اور سگریٹ کی دکانیں بینکوں، ساھوکاروں اور لاکروں کے طور پر کام کرتی ھیں۔ گویا تمام خدمات ایك ساتھ انجام دیتی ھیں! زیادہ تر مزدور حفاظت کے خیال سے رات کے لیے اپنے اوزار وغیرہ بھی انھی دکانوں میں رکھ دیتے ھیں اور اگر کوئی روپیہ پیسہ بچا ھوا ھے تو اسے بھی ان ھی دکانداروں کے حوالے کردیتے ھیں۔ دکاندار پیسے کو حفاظت سے رکھتے ھیں اور ضرورت مند مزدوروں کو قرض بھی دے دیتے ھیں۔

ماخذ: امن سیٹھی، ہندو آن لائن

2۔ ذیل میں دی گئی جدول کو مکمل کیجیے اور بحث کیجیے کہ ان کا کام کس طرح ایک دوسرے سے جدا یا مختلف ہے۔

نام	کام کرنے کی جگہ	آمدنی	کام کا تحفظ		خود اپنا کام کرتے ہیں یا ملازمت کرتے ہیں۔
بچو مانجھی		یومیہ 100 روپے			
ہرپریت					اپنا کام کرتے ہیں
وندنا					
نرملا			کوئی تحفظ نہیں		
سدھا	کمپنی	30 ہزار روپے ماہانہ			

3۔ مستقل ملازمت وقتی ملازمت سے کس کس طرح مختلف ہوتی ہے؟

بحث کیجیے

4۔ سدھا کو اپنی تنخواہ کے ساتھ ساتھ اور کیا فائدے حاصل ہیں؟

5۔ درج ذیل جدول میں ان خدمات کو پر کیجیے جو ان بازاروں کے لوگ مہیا کرتے ہیں جہاں آپ اکثر جاتے رہتے ہیں:

دکان یا دفتر کا نام	مہیا کردہ خدمت کی نوعیت

حوالہ جات

ماخذ کی فہرست

باب 1

سین گپتا، پائیولی،1977، 'دالائیٹ چینجڈ' شمولہ گپتا ہری ہرن اورشمع فتح علی (مدیران)،سوری، بیٹ فریڈ، تلیکا بُکس، چینّئی

باب 2

دھیر شیلا،2005، وھائی آر یوآفریڈٹو ہولڈ مائی ہینڈ؟ تُلیکا بُکس، چینّئی

باب 3

لکشمن، آر۔کے، 2000، 'دی کامن مین گویزٹو داویلیج'، مشمولہ دی بیسٹ آف لکشمن، پین گوئین، دِلی

باب 6

مانٹیریو، اَنجلی،1994، 'رفلیکشن آن مائی فیملی'، ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف سوشل سائنس، ممبئی

باب 9

بریمین، جان اور پارتھیوشاہ،2004، ورکنگ ان دی مِل نومور، آکسفورڈ، یونیورسٹی پریس، دِلّی